بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اس مہینے مسلمانوں کو دو ایسے زبردست حادثے پیش آئے ہیں جنھوں نے ان کی قومی زندگی کو صدمۂ عظیم پہنچایا ہے۔ اس لئے ہم اُس سلسلۂ کلام کو جو گذشتہ تین اشاعتوں سے ان صفحات میں چل رہا تھا، چھوڑ کر ان حوادث پر اور ان کے اثرات و نتائج پر اور اُن سے عہدہ برآ ہونے کی صورت پر کچھ گفتگو کریں گے۔

پہلا حادثہ بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح مرحوم کی وفات کا ہے۔ ان کی شخصیت پچھلے دس بارہ سال سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا مرکز و محور بنی ہوئی تھی۔ ساری قوم ان پر مجتمع تھی۔ ان کی رہنمائی پر سب کو بھروسہ تھا۔ انہی کے ذاتی اثر و رسوخ نے تمام مختلف عناصر کو جوڑ کر مسلمانوں کو ایک متحد قوم بنایا تھا۔ انہی کے اعتماد پر قوم نے اپنی پوری طاقت اس جدوجہد میں لگا دی تھی جس کے نتیجہ میں آخرکار پاکستان قائم ہوا۔ اور قیام پاکستان کے بعد اس نئی مملکت کی عمارت جس مضبوط ستون کے سہارے پر تعمیر ہو رہی تھی وہ بھی انہی کی جامع اور معتمد علیہ شخصیت تھی۔ ان کے بعد کوئی دوسرا شخص، بلکہ کوئی پورا گروہ بھی ہمارے درمیان ایسا موجود نہیں ہے جس سے لوگوں کو محبت ہو، جس کا احترام دلوں میں جاگزیں ہو، جس کے اخلاص اور تدبّر اور عزم و ہمت پر سب کو اعتماد ہو، جس کی آواز پر تمام قوتیں حرکت میں آجائیں، اور جس کی مقناطیسی کشش ہمارے شیرازۂ قومی کے مائل انتشار اجزاء کو باہم پیوستہ رکھ سکے۔ صرف ملک کے اندر ہی نہیں بلکہ ملک کے باہر بھی پاکستان کی جو کچھ ساکھ اور دھاک تھی وہ زیادہ تر اسی آزمودہ کار لیڈر کی بدولت تھی۔ کوئی دوسری شخصیت ہمارے ہاں ایسی نہیں ہے کہ اس کے وقار اور تدبر کو بین الاقوامی

برادری میں اس درجہ بھروسے اور اعتبار کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو۔ دنیا کے لئے تو مرحوم کی وفات محض ایک بڑے انسان اور مشہور رہنما کی رحلت ہی ہے، مگر ہمارے لئے یہ ایک بہت بڑی قومی مصیبت ہے، کیونکہ اس سے ہماری نوخیز مملکت کی طاقت اور ہماری قومی زندگی کو ایسا صدمہ پہنچا ہے جس کی تلافی مشکل نظر آتی ہے، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے اور ہماری مدد کرے۔

"بے وقت موت" ایک ملحدانہ اصطلاح ہے۔ مسلمان کے نزدیک ہر موت ٹھیک اپنے وقت پر ہوتی ہے، اور خدا اس کا وقت کسی کے مشورے سے نہیں بلکہ اپنی حکمت اور مصلحت کے لحاظ سے مقرر کرتا ہے۔ ایک موت ہی پر کیا موقوف ہے، خدا کی اس خدائی میں جو کچھ بھی ہوتا ہے عین اپنے مناسب وقت پر ہوتا ہے اور اس وقت پر اس کے صدور میں وہ مصلحتیں ہوتی ہیں جن کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ البتہ جو بات ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ موت و حیات کا یہ سارا ہنگامہ ہماری آزمائش کے لئے ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ دنیا کا ہر واقعہ اور ہر حادثہ اپنے اندر خیر کا پہلو بھی رکھتا ہے اور شر کا پہلو بھی۔ انسان کی آزمائش اس میں ہے کہ وہ اس کی جانب خیر کو جذب کرتا ہے یا جانب شر کو۔ انفرادی حوادث میں افراد کی آزمائش ہوتی ہے اور قومی حوادث میں قوموں کی۔ جس شخص یا گروہ کا مزاج صالح ہوتا ہے وہ ہر تلخ و شیریں چیز اور ہر مرغوب و نامرغوب واقعہ سے اس کی بھلائیوں کو اخذ کرتا ہے اور اس کی برائیوں سے بچ نکلتا ہے۔ اس کے برعکس جس کے مزاج پر فساد کا غلبہ ہوتا ہے اس کو تلخی و شیرینی، نرمی اور سختی، راحت اور مصیبت، کامیابی و ناکامی، خوشحالی اور بدحالی، ہر چیز میں شر ہی کے پہلو ملتے ہیں اور ظاہری خیر کو بھی وہ اپنے لئے شر میں تبدیل کر لیتا ہے۔ پس درحقیقت ہماری قوم اس وقت آزمائش میں ڈالی گئی ہے۔ اس کو یہ امتحان درپیش ہے کہ وہ اس حادثۂ عظیم کو اپنے حق میں سبب خیر بناتی ہے یا وسیلۂ شر۔ اگرچہ دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے نقصانات سے بچائے، مگر دعا کے ساتھ خود ہماری اپنی کوشش بھی شرط ہے۔ خدا ہر ایک کو وہی کچھ دیتا ہے جس کے لئے اس نے سعی کی ہو اور جسے اخذ کرنے کی صلاحیت واستعداد وہ اپنے اندر رکھتا ہو۔

قائداعظم کی وفات میں شر کے پہلو تو بے شمار ہیں جنہیں ہم میں کا ہر ایک چھوٹا اور بڑا اپنے اپنے تخیل کی وسعت کے مطابق محسوس کر رہا ہے۔ مگر اس مصیبت سے جو بھلائیاں ہم جذب کر سکتے ہیں ان کی طرف کم لوگوں کی توجہ منعطف ہوئی ہے۔

اولین چیز جسے ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان خوب ذہن نشین کر لیں وہ یہ ہے کہ ان کے بھروسے اور اعتماد اور تفویض و توکل کا اصل مرکز کوئی دنیوی طاقت نہ ہونی چاہیئے بلکہ صرف خدائے برتر کی ذات ہونی چاہیئے۔ اشخاص اور افراد ہوں یا قوی ذرائع و وسائل، بہرحال سب فنا پذیر ہیں، سب پر زوال آسکتا ہے اور اپنے وقت پر آجاتا ہے۔ جو قوم اس قسم کے سہاروں پر جئے گی اس کی اپنی زندگی بھی اتنی ہی ناپائدار ہوگی جتنے اس کے سہارے ناپائدار ہیں۔ ہماری قومی زندگی کے لئے اگر کوئی مستقل اور امٹ اور اٹل بنیاد ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ کہ ہم اس خدا سے اپنا تعلق مضبوط کریں جو غیر فانی اور لازوال ہے یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت ابوبکر صدیق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اپنے مشہور خطبہ میں مسلمانوں کو یاد دلائی تھی کہ من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کے معبود تھے اس کا دل تو واقعی ٹوٹ ہی جانا چاہیئے کیونکہ اس کا بھروسہ ایک فانی معبود پر تھا جو دنیا سے رخصت ہو گیا، مگر جس کا معبود خدا تھا اس کا دل ٹوٹنے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ خدا زندہ ہے اور وہ بہرحال کبھی مرنے والا نہیں ہے۔

تعلق باللہ کے بعد دوسری چیز جو ہماری قومی زندگی کے قیام و استحکام اور ترقی و سربلندی کے لئے مضبوط سہارا بن سکتی ہے وہ ایک اونچے نصب العین کی محبت، ایک پاکیزہ مقصد حیات کا عشق، اور ایک اصولی نظام سے قلبی اور عملی وابستگی ہے۔ اشخاص و افراد بلاشبہ اجتماعی زندگی میں اپنی ایک فطری اہمیت رکھتے ہیں۔ پراگندہ قوموں کو جوڑ کر متحد کرنے اور انہیں پستی سے اٹھا کر ترقی کی راہ پر لگانے میں کچھ طاقتور شخصیتیں ہی اول اول کام کیا کرتی ہیں۔ مگر جو قوم محض کسی شخصیت کے بل پر اٹھتی ہے وہ اس شخصیت کے ہٹتے ہی گر بھی جاتی ہے۔ اس کے قیام کو دوام اور اس کے ارتقاء کو استمرار اگر کوئی چیز بخش سکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ اس

شخصیت کے سہارے اُٹھنے کے بعد وہ کوئی ایسا نصب العین پالے جس کی کشش اسے ہمیشہ کھینچتی رہے، کوئی ایسا مقصد زندگی پالے جس کے عشق میں وہ پیہم سرگرم عمل رہے، اور کچھ ایسے اصول پالے جن کی بنیاد پر وہ اپنی حیات قومی کی عمارت مستحکم کر سکے۔ شخصیتیں بہرحال فانی ہوتی ہیں۔ ان کے بل پر قوم اُٹھ تو سکتی ہے مگر قائم نہیں رہ سکتی۔ قائم رہنے کے لئے اسے ان چیزوں کی ضرورت ہے جن کی عمر اشخاص و افراد کی عمر سے زیادہ ہو، جو مردان کار کی موت کے ساتھ مر نہ جائیں بلکہ نسل بر نسل ان سے گرمی، حرکت اور طاقت پاتی چلی جائے۔

یہی بات تھی جو جنگ احد کے موقع پر قرآن مجید میں فرمائی گئی تھی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک پیغام بر کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے پیغام بر آکر جا چکے ہیں۔ اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دئے جائیں تو کیا تم اپنی سابق جاہلیت کی طرف پلٹ جاؤ گے" ؟ یعنی اگر تمہیں محض شخصیت محمد صلی اللہ علیہ سے وابستگی ہے تو تمہارا یہ شیرازہ محض وقتی اور عارضی ہے، ان کے ہٹتے ہی تم پھر پراگندہ ہو جاؤ گے اور اسی جاہلیت میں مبتلا ہو جاؤ گے جس سے نکل کر آئے تھے۔ لیکن اگر اس شخصیت کے ذریعہ سے تم نے ایک نصب العین، ایک مقصد حیات، اور ایک نظام زندگی پالیا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ تمہارا ثبات و قیام اس ذریعہ کی موجودگی پر ہی منحصر رہے۔ نہیں اس کے ہٹ جانے پر بھی تم اپنے اسی مقصد کے لئے جیو گے، اسی نصب العین کے لئے کام کرتے رہو گے، اور اسی نظام سے وابستہ رہو گے۔

قائد اعظم کی وفات کے بعد ہمارے لئے اب یہ سوال پہلے سے بھی بدرجہا زیادہ اہم ہو گیا ہے کہ آیا ہم کوئی ایسا مرکزی تخیل رکھتے ہیں جو ہمارے مختلف عناصر کے احزابی تخیلات پر غالب آگیا ہو اور ان سب کو اپنی مقناطیسیت سے جوڑ کر ایک وحدت بنا سکتا ہو؟ آیا ہم کوئی ایسا اجتماعی مقصد رکھتے ہیں جو افراد اور قبائل اور خاندانوں اور طبقوں کے جداگانہ مقاصد کو کھا جائے اور یہ سب اس ایک بڑے مقصد کی خدمت میں اپنا تن من دھن سب کچھ لگا دیں؟ آیا ہم کچھ ایسی قدریں رکھتے ہیں جن کی طلب اور لگن ہمارے